نہیں آیا ہے، لہذا اسلام کے بعد بشمول اس دعا کے عام اوراد نماز اور تسبیح وتہلیل وغیرہ بھی پڑھنی چاہیے! صرف اس دعاء کی تخصیص والتزام میں کچھ تامل ہے۔

ایک اشکال اور جواب: جس وقت مکہ معظمہ (یا مدینہ منورہ) میں رات ہوتی ہے تو اس وقت دنیا کے ایک بڑے حصے میں دن ہوتا ہے اس لیے ان علاقوں کے لوگ تو کبھی شب قدر کو پا ہی نہیں سکتے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ رمضان کی ان تاریخوں میں سے جو تاریخ بھی دن کے کسی حصہ میں ہو اس کے دن سے پہلی رات وہاں کے لیے شب قدر ہو سکتی ہے۔ (تفہیم القرآن)

سورت سے حاصل شدہ بعض فوائد:

۱۔ وحی الٰہی اور نبوت کا ثبوت

۲۔ عقیدہ قضاء وقدر کا ثبوت

۳۔ شب قدر اور اس کی عبادت کی فضیلت

۴۔ قرآن کریم یکمشت لوح محفوظ سے آسمان دنیا میں اس رات کو اتارا گیا یا اس کی ابتدائے نزول ہوئی یا دونوں ہوئے۔ (جزائری)

۵۔ اس رات میں قرآن کریم کی بکثرت تلاوت کی فضیلت۔

سورت اور بلاغی پہلو: سورت ہذا میں بیان اور بدیع کی موتیاں بھری ہوئی ہیں:

۱۔ لیلۃ القدر کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے اس کا تین بار ذکر کر کے "اطناب" کیا

۲۔ اس رات کی مزید عظمت اور حیثیت کو نمایاں کرنے کے لیے "استفهام" لایا۔

۳۔ (الملائكة والروح) کے ذریعے "ذكر الخاص بعد العام" لایا۔

۴۔ رءوس الآیات کا خیال رکھتے ہوئے فواصل آیات میں موافقت کا التزام کیا گیا۔ (صفوة التفاسير للصابونی)

☆☆☆☆☆

درس حدیث :2

احکامِ سترہ

أبومحمد عبدالوهاب خان

''عن عبدالله بن الصامتؒ عن أبی ذر ﷜ قال قال رسول الله ﷺ:''إذا قام أحدكم يصلى فإنه يستره إذا كان بين يديه مثل آخرة الرحل، فإذا لم يكن بين يديه مثل آخرة الرحل فإنه يقطعُ صلاتَه الحمارُ و المرأةُ والكلبُ الأسودُ'' قلت: يا أباذر(﷜)ما بالُ الكلبِ الأسود من الكلبِ الأحمر ومن الكلبِ الأصفرِ؟ قال: يا ابن أخى سألتُ رسولَ الله ﷺ كما سألتنى فقال: ''الكلب الأسود شيطان''

تخریج:[صحيح مسلمؒ كتاب الصلاة باب بيان سترة المصلى ح:٢٦٥،٤/٢٢٦،سنن أبی داؤدؒ الصلاة باب ١١٠ما يقطع الصلاة ح:٧٠٢، ١/٤٥٠، ترمذیؒ الصلاة باب لا يقطع الصلاة إلا ......، نسائیؒ الصلاة باب ذكر ما يقطع الصلاة ، ابن ماجةؒ باب ما يقطع الصلاة ، مسند أحمدؒ ، مصنف ابن أبی شيبةؒ، السنن الكبرىٰ للبيهقیؒ،مصنف عبدالرزاقؒ، السنن الكبرىٰ للنسائیؒ وغيرهم]

ترجمہ: عبداللہ بن الصامتؒ حضرت ابوذرغفاری﷜ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:''**جب کوئی نماز پڑھتا ہے تو اگر اس کے سامنے کجاوے کے پچھلے حصے کے برابر کوئی چیز ہو تو وہ اس کے لیے سترہ (اوٹ) بنتا ہے۔ پس جب اس کے آگے کجاوے کے پچھلے حصے کی مقدار کوئی چیز نہ ہو تو گدھا، عورت اور کالا کتا اس کی نماز کو توڑ دیتا ہے۔**'' عبداللہؒ کا بیان ہے کہ میں نے کہا: اے ابوذر(﷜)! کالے رنگ کے کتے میں وہ کیا خصوصیت ہے جو سرخ اور زرد کتے میں نہیں؟ انہوں نے فرمایا: بھتیجے! میں نے بھی رسول اللہ ﷺ سے ایسا ہی سوال کیا تھا' جیسے آپ سوال کررہے ہیں' تو آپ ﷺ نے ارشادفرمایا:''**کالا کتا شیطان ہے۔**''

راوی: حضرت ابوذر جندب بن جنادة الغفاری ﷜جلیل القدر صحابی ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں خاندانی پیشے رہزنی کو ترک کرکے زہد وقناعت پر مائل ہوئے اور عقیدہ توحید کے قائل ہوگئے۔[ابن سعد]

آپ رضی اللہ عنہ اسلام قبول کرنے سے پہلے اپنے خیال سے ''نماز'' بھی پڑھنے لگے تھے۔ دعوت سری کے ابتدائی دور میں دعوائے نبوت کی خبر سن کر تحقیقات کے لیے مکہ آئے۔ مسلمان ہوتے ہی خانہ کعبہ جاکر کلمہ شہادت کا اعلان کر دیا اور قریش سے مار کھائی۔ آخر عباس (رضی اللہ عنہ) نے بنی غفار کے قریش کی تجارتی گزرگاہ پر ہونے کا حوالہ دے کر بچالیا۔ اگلے دن پھر یہی معاملہ ہوا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے ضروری عقائد سیکھنے کے بعد اپنے قبیلے میں جاکر توحید کی دعوت دی، آدھا قبیلہ شروع میں مسلمان ہوا اور بقیہ لوگوں نے ہجرت مدینہ کے بعد اسلام قبول کرلیا۔ [البخاری المناقب باب قصة إسلام أبی ذر رضی اللہ عنہ ح:۳۵۲۲، مع الفتح ٦/٦٣٥، مسلم، فضائل ح:۱۳۲، ۱٦/٣٤]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے دیر سے ہجرت کی، اس لیے ابتدائی غزوات میں شریک نہ ہو سکے۔ غزوہ تبوک میں شرکت ثابت ہے۔ آپ سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے علاوہ بہت سے تابعینؒ نے روایت کی۔ متداول کتب حدیث میں آپ کی (۲۸۱) روایات ہیں۔

متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مرفوعاً روایت فرمایا: ''**ما أظلت الخضراء ولا أقلت الغبراء من ذی لهجة أصدق من أبی ذر** رضی اللہ عنہ'' [ترمذی المناقب عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ وقال: حسن] ''آسمان اور زمین کے مابین ابوذر رضی اللہ عنہ سے زیادہ سچا کوئی نہیں۔'' امام ابوداؤد نے کہا: ''**کان یوازی ابن مسعود** رضی اللہ عنہ **فی العلم**'' یعنی آپ رضی اللہ عنہ علم میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہم پلہ تھے۔

عہد صدیقی میں گوشہ نشین رہے، عہد فاروقی میں شام گئے۔ عہد عثمانی میں دولت جمع کرنے کے خلاف شور اٹھایا تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شکایت پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مدینہ بلایا۔ پھر وہاں سے ربذہ چلے آئے، جہاں بنی ثعلبہ نے پذیرائی کی۔ عراقیوں نے بغاوت کا مشورہ دے کر تعاون کی پیشکش کی تو کہا: ''جس نے حاکم کو ذلیل کیا اس کی توبہ قبول نہ ہوگی۔'' ۳۲ھ میں ربذہ میں وفات پائی اور نبوی پیشگوئی کے مطابق ایک قافلہ موقع پر پہنچا جس میں سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جنازہ پڑھائی۔ ترکہ ۳ گدھوں، ایک خچر اور چند بکریوں پر مشتمل تھا۔ آپ کی کوئی اولاد زندہ نہ رہی۔ [سیر الصحابة ۳/ ۷۰-۷۹]

شاهد: ابوهريرة رضی اللہ عنہ: قال رسول الله ﷺ: "**يقطع الصلاةَ المرأةُ والحمارُ والكلبُ ويَقِي ذلک مثلُ مؤخرةِ الرحلِ**" [مسلم الصلاة ح:٢٦٦، ٤/٢٢٨]

فصل اول: نمازی کے آگے "انسان" کا وجود

مبحث اول: مرد

مطلب اول: گزرنے کی حالت میں

پچھلے درس میں نمازی کے آگے "مرد" کے گزرنے کا واقعہ آیا تھا، جس میں راوی نے نماز نہیں دہرائی۔

ابن حجرؒ: ظاہراً یہ حکم اور وعید گزرنے کے لیے ہے کھڑے، بیٹھے یا لیٹے رہنے کے لیے نہیں ہے۔ ہاں منع کی علت تشویش ہو تو سب برابر ہیں۔ [فتح الباری ١/٦٩٨]

❁ نری تشویش ہی علت ہوتی تو واقعی خاص ان تینوں پر "قطعِ نماز" کا حکم لاگو نہ ہوتا، لہٰذا کوئی اور شرعی حکمت بھی ہوگی۔ ﴿سبحانک لا علم لنا إلا ما علمتنا﴾

نوویؒ: مرد کے گزرنے سے ثواب میں کمی آتی ہے۔ [المجموع ٢١/١٥]

مطلب ثانی: بیٹھنے کی حالت میں

نوویؒ: آدمی قبلہ رخ خاموش بیٹھا ہو تو بالاتفاق کوئی کراہت نہیں۔ [المجموع ٢١/١٥]

مطلب ثالث: سامنا کرنے کی حالت میں

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی نماز کے سامنے بستر میں لیٹی ہوتیں، جب اٹھنا ہوتا تو یہ اہتمام کرتی تھیں: "...... **فتبدو لي الحاجة فأكره أن أجلس فأوذي رسول الله ﷺ فأنسل من عند رجليه.**" "پس مجھے حاجت پیش آتی تو بیٹھ جانے سے کراہت کرتی تھی، مبادا آپ کو تکلیف پہنچے، پس میں آپ کے پیروں کی جانب سے کھسک جاتی تھی۔" [بخاری، الصلاة ح:٥١٤، مسلم الصلاة ح:٢٧٠ مع المنهاج ٤/٢٢٩] دوسری روایت میں ہے: "...... **فأكره أن أستقبله فأنسل انسلالا**" "میں آپ کا سامنا کرنے سے کراہت کرتی، پس میں چپکے سے کھسک جاتی تھی۔" [بخاری الصلاة باب ١٠٢ مع الفتح ١/٦٩٨] ...... **فأكره أن أسنحه فأنسل من عند رجلي السرير حتى أنسل من لحافي**" [بخاری الصلاة باب ١٠٥ ح:٥١٤، مسلم الصلاة ح:٢٧١

۲۲۹/٤] ''میں آپ کا سامنا کرنے کو ناپسند کرتی تھی، پس میں چار پائی کی پائنتی سے کھسک کر لحاف سے نکل جاتی تھی۔''

یہ واقعات میاں بیوی سے متعلق ہیں، لیکن سامنا کرنے سے آنکھیں چار ہونے اور نماز میں خلل کا سبب بننے کے لحاظ سے عام لوگوں کے لیے بھی کراہت پر دلالت کرتی ہیں۔ اسی لیے امام بخاریؒ نے یوں باب باندھا ہے:

باب ۱۰۲ ''استقبال الرجل صاحبه أو غيره في صلاته وهو يصلي''

پھر فرمایا: ''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نماز کے دوران مرد کا سامنا کیے جانے کو مکروہ سمجھا ہے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ انسان کی توجہ بٹ جائے، لیکن اگر توجہ بٹنے کا خطرہ نہ ہو تو (کوئی ہرج نہیں)۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا: **''ما باليت إن الرجل لا يقطع صلاة الرجل''** مجھے کوئی پروا نہیں، بیشک مرد دوسرے شخص کی نماز کو نہیں توڑتا۔'' [بخاری كتاب الصلاة، ترجمة الباب :۱۰۲]

عسقلانیؒ: میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نہیں دیکھی، بلکہ مصنف عبدالرزاقؒ اور مصنف ابن ابی شیبہؒ میں ہلال بن یسافؒ کی روایت دیکھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سے ڈانٹتے تھے۔ جبکہ مذکورہ کتب میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اس معاملے میں عدمِ کراہت کا تذکرہ ملتا ہے۔ [فتح الباري ۱/ ٦۹۹]

نوویؒ: نمازی کی طرف رخ کر کے دیکھنا شافعیہ اور جمہور کے نزدیک مکروہ ہے۔ [المنهاج ٤/ ۲۳۰]

❁ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ وغیرہ کے موقوف قول کے مقابلے میں حضرت عائشہ رضی الله عنها کی حدیث تقریری زیادہ قابل قبول ہے۔ لہٰذا اس مسئلے میں احتیاط کرنا چاہیے۔ **والله أعلم**

مطلب رابع: باتیں کرنے کی حالت میں

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **''لا تصلوا خلف النائم ولا المتحدث''** [أبو داود الصلاة باب ۱۰٦ الصلاة الى المتحدثين والنيام ح:٦۹٤ و حسنه الألبانيؒ] ''سوئے ہوئے یا باتیں کرتے ہوئے شخص کے پیچھے نماز مت پڑھو۔''

الخطابیؒ: یہ حدیث ضعیف ہے اور صحیحین میں ثابت ہے کہ ام المؤمنین آپ ﷺ کے سامنے سوئی ہوتی تھیں۔ ہاں بات کرنے والوں کو سترہ بنانے کو شافعیؒ اور احمدؒ نے مکروہ کہا ہے، کیونکہ باتوں سے نمازی کی توجہ بٹ سکتی ہے۔ [معالم السنن ۱/ ٤٤٦]

❁ غالبًا امام خطابیؒ نے حدیث عائشہ رضی الله عنها کی مخالفت کی بنا پر اسے ضعیف کہا ہے، جبکہ البانیؒ نے اسنادی

حیثیت کے لحاظ سے ''حسن'' قرار دیا ہے۔ پس سونے والے کے پیچھے نماز میں کوئی ہرج نہیں، لیکن باتیں کرنے والے کے پیچھے ہرج ہے، اُسے خاموش رہنا چاہیے۔ واللہ أعلم

مبحث ثانی: خاتون

مطلب اول: لیٹنے کی حالت میں (بیوی یا محرم)

''عورت، کتا اور گدھا نماز توڑتے ہیں۔'' اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''اس صورت میں بیچاری عورت ایک بدتر جانور بن گئی۔'' پھر درایت کے لحاظ سے متن پر بحث کرتے ہوئے کہتی ہیں: ''مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے جنازہ رکھنے کی طرح لیٹی ہوئی ہوتی اور آپ ﷺ نماز پڑھ رہے ہوتے۔'' [بخاری الصلاۃ باب ۱۰۵ ح:۵۱۳-۵۱۵، مسلم الصلاۃ ح:۲۶۹-۲۷۲]

حتیٰ کہ بعض روایات میں یہی واقعہ حالت حیض سے متعلق بھی وارد ہوا ہے: **''کان رسول اللہ ﷺ یصلی وأنا حذاءہ وأنا حائض''** [مسلم الصلاۃ ح:۲۷۳ عن **میمونۃ** رضی اللہ عنہا ۴/۲۳۰، ونحوہ عند أبی داؤد الصلاۃ باب ۱۱۲ ح:۷۱۰ عن **عائشۃ** رضی اللہ عنہا]

مطلب ثانی: گزرنے کی حالت میں

زیر درس حدیث شریف کے مطابق عورت، گدھے اور کالے کتے کے گزرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ پس ان تینوں کا گزرنا شریعت کی نظر میں برابر حیثیت رکھتا ہے۔

ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے مذکورہ بالا اعتراض کے کئی پہلو ہیں:

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو زیر درس حدیث کا پہلے سے علم نہ تھا۔ یہ بات سیاق سے عیاں ہے۔

(۲) آپ نے اس ایک شرعی حکم کے تحت داخل ہونے کو صنفِ نازک کی توہین سمجھا۔

اہل علم سے مخفی نہیں کہ اس حکم شرعی سے عورت ذات کی توہین ہرگز مراد نہیں۔ مثلاً اسلام میں کافرہ ومشرکہ عورت سے نکاح کو ''حرام'' قرار دیا گیا ہے اور مؤمن کے لیے اپنی ماں، بیٹی، بہن وغیرہ سے نکاح کو بھی ''حرام'' کہا گیا ہے۔ یقینی بات ہے کہ اول الذکر کی حرمت اس کے خباثتِ عقیدہ کی بنا پر اور ثانی الذکر کی حرمت رشتوں کے احترام کی بنا پر ہے۔ پس اس شرعی حکم میں قریبی رشتوں کی پاسداری اور عزت افزائی ہے، کسی قسم کی توہین کا پہلو نہیں ہے۔ واللہ أعلم

(۳) مرد کی توجہ حیوانات وغیرہ کی نسبت عورت کی طرف زیادہ مائل ہوتی ہے۔حتی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود بھی یہی خطرہ بیان کر کے سامنے سے اٹھ جانے کے وقت اہتمام کا تذکرہ فرمایا۔ [کما سبق]

تنبیہ : اسی طرح نماز کی حفاظت کی خاطر عورت کے آگے سے مرد کے گزرنے کا مسئلہ بھی ہے۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اسے مکروہ شمار کرتے تھے۔[موطأ الصلاۃ ح:۳۶۳،ص:۷۸]

مبحث ثالث: بچہ ، بچی

مطلب اول: گزرنے کی حالت میں

ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا : نبی کریم ﷺ میرے کمرے میں نماز پڑھ رہے تھے ،آگے سے عبداللہ رضی اللہ عنہ یا عمر رضی اللہ عنہ (ابن أبی سلمة رضی اللہ عنہ) گزرنے لگا تو آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے یوں اشارہ کیا تو وہ لوٹ گیا۔ پھر ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی (زینب رضی اللہ عنہا) گزرنے لگی تو آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اشارہ فرمایا، پھر بھی وہ آگے سے گزر گئی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے نماز پوری کی تو فرمایا:"هن أغلب" "یہ (بچیاں) زیادہ منہ زور ہیں۔"

[مسند أحمد ٦/٢٩٤، ابن ماجه کتاب الإقامة باب ٣٨ وضعفه الألبانی]

الشوکانی رحمہ اللہ : اس کی سند میں قیس المدنی مجہول راوی ہے۔ اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے کہ بچی کے گزرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی ۔ حالانکہ اس حدیث سے یہ استدلال مکمل نہیں ہوتا جب تک آپ ﷺ کے آگے سترہ نہ ہونا اور آپ ﷺ کا اس نماز کو پورا کرنا ثابت نہ ہو۔[نیل الأوطار ٣/١٤]

❁ کمرے میں سترہ عام سنت نبویہ کی رو سے ماننا پڑے گا' خصوصاً جب اس میں بچے بھی تھے۔ جبکہ نماز کا جاری رکھنا تو لفظ حدیث سے ظاہر ہے۔ ہاں حدیث کے **ضعف** کی بنیاد پر اعتراض کیا جاتا تو گنجائش تھی۔ **واللہ أعلم**

ابو الصہباء رحمہ اللہ : ہم نے نماز توڑنے کی چیزوں (زیر درس حدیث) کا ذکر کیا تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:"میں اور ایک لڑکا گدھے پر آئے جبکہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھا رہے تھے، ہم اترے اور گدھے کو صف کے آگے چھوڑا، آپ ﷺ نے اس کا پروا نہیں کیا۔ اور بنی عبدالمطلب کی دو بچیاں تو صفوں کے بیچ میں گھس گئیں ، اس پر بھی ہرج محسوس نہ کیا۔ [أبو داؤد ح:٧١٦ وصححه الألبانی] اس روایت میں مقتدیوں کے آگے سے گزرنے کی وضاحت ہے، پس امام کا سترہ کافی ہونے کی صورت میں نماز میں کوئی خلل نہیں آتا۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے دونوں لڑنے والی بچیوں کو

پکڑ کر ایک دوسرے سے چھڑا دیا، اس کا بھی پروانہ کیا۔[ابو داؤد صلاۃ باب ۱۱۳ ح:۷۱۷، نسائی قبلة ۲/۶۵ وصححه الألبانی]

مطلب ثانی: اٹھانے کی حالت میں

ابوقتادہؓ: ''رسول اللہ ﷺ اپنی نواسی امامۃ بنت زینب رضی الله عنهما (بنت ابی العاصؓ) کو اٹھا کر نماز پڑھتے تھے، جب اٹھتے تو اسے بھی اٹھا لیتے اور جب (رکوع یا) سجدہ کرتے تو اسے رکھ دیتے۔''[بخاری الصلاة باب ۱۰۶ ح: ۵۱۶، مسلم المساجد ح:۴۱] یہ واقعہ امامت کے دوران پیش آیا تھا۔[بخاری المساجد، مسلم ح:۴۲] پس کندھے یا پیٹھ وغیرہ پر اٹھائے گئے بچے سے نماز میں کوئی خلل نہیں آتا، لیکن اسے نماز کے آگے آنے کا موقع نہیں دینا چاہیے۔ ہاں کسی مجبوری سے ایسی نوبت آئے تو پیشگی پاکیزگی کی تسلی کر لینا چاہیے۔[التراث ۱۹/۲٤]

فصل ثانی: نمازی کے آگے ''شیطان'' کا وجود

مبحث اول: انسانی شیطان

گزشتہ درس میں آیا کہ نبی کریم ﷺ نے نمازی کے آگے گزرنے والے آدمی کو **''شیطان''** قرار دیا۔ نیز ہر ممکن طریقے سے اسے روکنے کی تلقین فرمائی۔ ہاں لفظ **''شیطان''** کے اطلاق سے ناسمجھ بچوں کو مستثنیٰ کیا جا سکتا ہے، لیکن ان کو بھی نمازی کے آگے آنے نہیں دینا چاہیے۔ والله أعلم

امت مسلمہ کو آپ ﷺ نے نمازی کے آگے سے گزر کر **''شیطان''** بننے سے، نیز نمازی کو اسے گزرنے کا موقع دینے سے منع فرمایا۔[التراث ۱۲/۲٦] اسی طرح صفوں میں خالی جگہ چھوڑنے سے بھی منع فرمایا تاکہ **شیطان** درمیان سے گزر کر نماز میں خلل اندازی نہ کر سکے۔[التراث ۱۲۱/۲، ۱٤/۱۰۰]

مبحث ثانی: شیطان جنی

ابوہریرہ: رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا: **" إن عفريتاً من الجن تفلت عليّ البارحة ليقطع عليّ الصلاة فأمكنني الله منه فأردت أن أربطه إلى سارية من سواري المسجد حتىٰ تصبحوا وتنظروا إليه كلكم، فذكرت قول أخي سليمان عليه السلام ﴿رب اغفرلي وهب لي ملكا لا ينبغي لأحد من بعدي﴾**[ص:۳۵، بخاری الصلاة باب ۷۵ ح:٤٦١، مسلم المساجد ح:۳۹] ''**بیشک ایک پہلوان جن** گزشتہ رات میری طرف چھوٹ آیا تاکہ میری نماز کو توڑ دے' تب اللہ پاک نے مجھے اس پر غلبہ عطا فرمایا (اسے گزرنے نہیں دیا)

میں نے چاہا تھا کہ اسے مسجد کے ایک ستون سے باندھ لوں تا کہ صبح تم سب اسے دیکھو، پھر مجھے اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی یہ دعا یاد آئی: ''اے میرے پروردگار مجھے بخش دے اور مجھے ایسی حکومت عطا فرما جو میرے بعد کسی کے لیے بھی میسر نہ ہو۔'' ﴿إنه يراكم هو وقبيله من حيث لا ترونهم﴾ [الأعراف: ۲۷] ناری مخلوق شیطان خاکی نگاہوں سے اوجھل ہے۔ ﴿عفريت من الجن﴾ اتنا قوی ہوتا ہے کہ ایک نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو مجلس برخاست ہونے سے قبل ملکہ سبا کا تخت یمن سے فلسطین لانے کی پیشکش کی تھی۔ [النمل :۳۹] پس شیطان کو دیکھنا اور اس پر قابو پانا نبی کریم ﷺ کا ایک عظیم معجزہ ہے۔ حدیث مذکورہ سے معلوم ہوا کہ ''شیطان'' نماز کو خراب کر دیتا ہے۔

فصل ثالث: نمازی کے آگے ''حیوان'' کا وجود

مبحث اول: گدھا گزرنے کی حالت میں

زیر درس حدیث میں گدھے کے گزرنے سے نماز ٹوٹ جانے کی صراحت ہے۔

یزید بن نمرانؒ: میں نے تبوک میں ایک اپاہج کو دیکھا، اس نے بتایا کہ میں گدھے پر سوار نبی ﷺ کی نماز کے آگے سے گزرا، تو آپ ﷺ نے بددعا فرمائی: ''اللهم اقطع أثره'' ''اے اللہ! اس کے قدم روک دے۔'' اس کے بعد میں اپنے پاؤں پر نہ چل سکا۔ [أبو داود الصلاة باب ۱۱۰ ح:۷۰۵ وضعفه الألباني] دوسری روایت میں ہے: ''قطع صلاتنا'' ''اس نے ہماری نماز توڑ دی۔'' [أبو داود ح:۷۰٦ وضعفه الألباني]

البتہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ گدھی پر سوار ہو کر آیا اور باجماعت نماز میں صف کے ایک حصے کے آگے سے گزرا تو اس پر کسی نے اعتراض نہیں کیا۔ [مسلم الصلاة ح:۲٥٤، موطا الصلاة باب الرخصة في المرور بين يدي المصلي ح:۳٦٥ ص:۷۸] یہ حدیث امام کا سترہ مقتدی کے لیے کافی ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ والله أعلم

مبحث ثانی: کتا گزرنے کی حالت میں

زیر درس حدیث کالا کتے سے متعلق ہے، جبکہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا روایت میں عام کتے کا ذکر ہے۔ [مسلم]

اصولی لحاظ سے مطلق کو مقید پر محمول کیا جاتا ہے۔ لہٰذا ''کالا کتا'' ہی مراد لیا جائے گا۔ والله أعلم

الفضل بن عباس رضی اللہ عنہ: ''حضرت رسول اللہ ﷺ ہمارے باپ عباس رضی اللہ عنہ کے ہمراہ دیہات میں تشریف لائے اور: ''فصلى في صحراء ليس بين يديه سترة، وحمارة لنا وكلبة تعبثان بين يديه فما بالىٰ ذلك.'' ''آپ

نے کھلی فضا میں نماز پڑھی، آپ ﷺ کے آگے کوئی سترہ نہیں تھا اور ہماری گدھی اور کتیا آپ کے سامنے کھیل رہی تھیں، آپ ﷺ نے کوئی پروانہ کیا۔[أبو داود الصلاة باب ١١٤ من قال الكلب لا يقطع الصلاة ١/٤٥٩، النسائي ح:٧٥٤ نحوه وضعفه الألبانيؒ] بفرضِ صحت اس واقعے کو ان جانوروں کے دور ہونے پر محمول کرنا چاہیے۔

مبحث ثالث: بکری وغیرہ گزرنے کی حالت میں

"**كان النبي ﷺ يصلي إذ جاءت شاة تسعىٰ بين يديه فساعاها حتىٰ ألزق بطنه بالحائط ومرت من ورائه**" نبی کریم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے، اتنے میں ایک بکری دوڑتی ہوئی آئی تو آپ ﷺ اس بکری کے پہنچنے سے پہلے دیوار کی طرف بڑھے، حتی کہ آپ نے اپنے مبارک پیٹ کو دیوار سے لگا دیا پھر وہ آپ ﷺ کے پیچھے سے گزر گئی۔[ابن خزيمة، طبراني، حاكم **صححه** ووافقه الذهبيؒ والألبانيؒ صفة صلاة النبي ﷺ ص ٨٤]

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اترے...... آپ ﷺ نے ایک دیوار کو سترہ بنا کر نماز پڑھی، اتنے میں ایک میمنا آپ ﷺ کے آگے سے گزرنے آئی تو آپ ﷺ اسے روکنے کی کوشش کرتے رہے حتیٰ کہ آپ ﷺ کا پیٹ دیوار سے چمٹ گیا اور وہ آپ کے پیچھے سے گزری۔[أبوداود الصلاة باب ١١١ سترة الإمام سترة لمن خلفه ح:٧٠٨ قال الألبانيؒ: **حسن صحيح**، وعن ابن عباس رضی اللہ عنہ نحوه مختصراً ح:٧٠٩ و**صححه الألبانيؒ**]

فصل رابع: عورت، گدھے اور کالے کتے کے گزرنے کا حکم

اس مسئلے میں کئی اقوال ہیں:

قول اول: عورت اور کالے کتے کے گزرنے سے نماز ٹوٹتی ہے۔

انہوں نے زیرِ درس حدیث سے استدلال کیا اور حدیث عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی رو سے گدھے کو مستثنیٰ قرار دیا۔

امام ابوداودؒ نے اس نظریے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حدیث مذکورہ پر باب باندھا ہے: "**باب من قال :الحمار لا يقطع الصلاة**" آخر میں (راجح مسئلے کی نشاندہی کرتے ہوئے) امام مالکؒ کا قول لایا ہے: "جب باجماعت نماز قائم ہو تو مسئلے میں گنجائش ہے۔" (أبو داؤد ١/٤٥٨، موطأ ص ٧٨)

ابن عبدالبرؒ: گزرنے والے کو روکنے کا حکم امام اور منفرد کے لیے خاص ہے۔ مقتدی کے آگے سے گزرنے میں ہرج نہیں۔ اور اس میں علماء کے ہاں کوئی اختلاف نہیں۔ البانیؒ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔[صفة صلاة النبي ﷺ]

قاضی عیاضؒ نے اس کے برعکس اتفاقِ علماء ذکر کیا ہے کہ مقتدی بھی سترہ کا التزام کریں۔[فتح الباری ۱/۲۸۲]

ابن حجرؒ: عموم نہی ظاہراً ہر نمازی کے لیے ہے۔اور سترہ نمازی سے ہرج دور کرنے کے لیے ہے،گزرنے والے سے رفع ہرج کے لیے نہیں۔لہٰذا سب (امام،منفرد،مقتدی) برابر ہیں۔[فتح الباری ۱/۶۹۸]

❁ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کی رُو سے امام کا سترہ مقتدی کے لیے کافی ہے،لیکن تشویش کے خدشے کے پیش نظر احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ اس رعایت سے استفادے کو امکانی حد تک محدود رکھا جائے،مثلاً دورانِ نماز دوبارہ وضو کرنے کی ضرورت پیش آئے یا اگلی صف میں جگہ خالی ہو۔ واللہ أعلم

قول ثانی : احمد بن حنبلؒ: کالے کتے کے گزرنے سے نماز بالکل ٹوٹ جاتی ہے،لیکن دل میں گدھے اور عورت سے متعلق کچھ (تحفظات) ہیں۔گدھے سے متعلق حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ اور عورت سے متعلق حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی بنا پر۔یعنی اگر عورت کے گزرنے سے نماز ٹوٹتی تو سامنے لیٹے ہونے سے بھی ٹوٹ سکتی تھی۔[سبل السلام ۱/۲۲۱]

قول ثالث: کسی بھی چیز کے گزرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی۔

یہ جمہور علماء کا قول ہے اور ان کے ہاں زیر درس حدیث کی مختلف توجیہات ہیں:

(۱) نماز ٹوٹنے سے مراد ''ثواب میں کمی'' ہے،بطلان نماز نہیں۔کیونکہ ان چیزوں سے دل کی توجہ بٹ جاتی ہے۔

(۲) نماز توڑنے والی (زیر درس) حدیث ''منسوخ'' ہے اور ناسخ یہ حدیث ہے:''**لا يقطع الصلاة شئ، وادرء وا ما استطعتم فانما هو شيطان**'' [ابو داؤد الصلاة باب ۱۱۵ ح ۷۱۹ عن ابی سعید رضی اللہ عنہ ۱/۴۶۰ وضعفه الالبانیؒ] ''نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی،ہاں جتنا ہو سکے گزرنے والے کو روک دو کیونکہ وہ شیطان ہے۔''

اس حدیث کو امام بخاریؒ نے عنوانِ باب میں ذکر کیا ہے:'' **من قال لا يقطع الصلاة شئ**'' [بخاری،الصلاة باب ۱۰۵،۱/۷۰۰] امام مالکؒ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث موقوفاً روایت کی ہے۔[مؤطا الصلاة ح ۳۶۷،۳۶۸،ص۷۸-۷۹]

ابن حجرؒ: اسے دارقطنیؒ نے سالمؒ سے اور ابوداؤدؒ نے ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔دارقطنیؒ نے انس رضی اللہ عنہ اور ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے اور طبرانیؒ نے معجم اوسط میں جابر رضی اللہ عنہ سے ضعیف اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے،سعید بن منصورؒ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ و علی رضی اللہ عنہ وغیرہ سے بسند صحیح موقوف روایت کیا ہے۔[فتح الباری الصلاة باب ۱۰۵،۱/۷۰۱]

ابن عساکرؒ عن انس رضی اللہ عنہ مرفوعاً:''**ليستتر أحدكم فى الصلاة بالخط بين يديه وبالحجر وبما**